Biannual Research Journal
AL-IDAH
Published by
SHAYKH ZAYED ISLAMIC CENTRE
UNIVERSITY OF PESHAWAR
PESHAWAR PAKISTAN
ISSN (Print) : 2075-0307
ISSN (Online) : 2664-3375

OPEN ACCESS

ششماہی تحقیقی مجلہ
الإيضاح
شیخ زاید مرکز اسلامی جامعہ پشاور
www.al-idah.szic.pk
JAN-JUNE 2021
VOL:39 ISSUE:1

تعددِ ازواج کا تاریخی پسِ منظر اور عصرِ حاضر میں اس کی ضرورت واہمیت

(ادیانِ عالم اور تاریخی شواہد کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ)

Historical background of Polygamy and its significance in modern world:

(A Research study in the light of comparative religion and historical evidences)

Author(s): 1. Dr. Hafiz Muhammad Sani

Director Seerat Chair, Federal Urdu University, Karachi, Email: msani@fuuast.edu.ok

2. Dr. Abida Shams

Director Shaykh Zayed Islamic Centre, University of Karachi, Email: dr_abidashams@yahoo.com

3. Bakht Shaid

PhD Scholar , Department of Hadith & Its Sciences, IIUI Email: bakhtshaid@gmial.com

Issue:
http://al-idah.szic.pk/index.php/al-idah/issue/view/34
URL:
http://al-idah.szic.pk/index.php/al-idah/article/view/716.
Citation: *Hafiz Muhammad Sani, Abida Shams and Bakht Shaid 2021. Historical background of Polygamy and its significance in Modern World (Research study in the light of comparative religion and historical evidences). Al-Idah . 39, - 1 (Jun. 2021), 164 - 186.*

Publisher: *Shaykh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar, Al-Idah – Vol: 39 Issue: 1 / Jan – June 2021/ P. 164 - 186.*

Article DOI:
https://doi.org/10.37556/al-idah.039.01.0716.

Received on: 19 – Feb - 2021
Accepted on: 26 – April - 2021
Published on: 30 – June - 2021

cc BY

Islamic Research Index
Crossref
DOAJ DIRECTORY OF OPEN ACCESS JOURNALS
AUSTRALIAN ISLAMIC LIBRARY
INTERNATIONAL Scientific Indexing
INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL

Abstract:

Polygamy is not introduced by Islam and neither does it promote sexuality. There are evidences that favour polygamy in different religions and nations before Islam, many Prophets have acceded to this. Judisum, Chraistianity and Islam: the three major religions permit polygamy, although the polygamy before Islam was based on injustice. Islam permits polygamy in a natural way and therefore frames rules and regulations for polygamy. More than four wives are not allowed simultaneously for a Muslim man. Justice and equality between wives is the primary condition for polygamy in Islam. It seems to resolve many social issues like women are more numerous than men hence it curbs moral licentiousness/adultery incidents in any society. This article deals with polygamy and its significance in any given society .

Key Words: Polygamy, Islam, Judaism, Christianity, religion.

تمہید:

دینِ اسلام فطری مذہب ہے، جس نے انسانیت کو ایسے احکام دیے ہیں جو انسانی فطرت اور طبیعت کے مطابق ہیں، انسان کو کسی ایسے امر کا مکلّف نہیں بنایا گیا جو اس کی طاقت اور قوت سے باہر ہے، اسی طرح دینِ اسلام نے انسان کی ضروریات و حوائج کا ادراک کر کے ان کا مکمل انتظام فرمایا ہے۔ نظامِ زندگی کے ہر مرحلے پر انسان کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کا مکمل حل اسلامی تعلیمات میں موجود ہے۔

انسانی معاشرے کا وجود اور بقاء مرد و عورت کے ازدواجی تعلق کا نتیجہ ہے۔ دنیا کا کوئی بھی باشعور انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ ایک عرصے سے بعض حلقوں کی جانب سے دینِ اسلام اور رسول اکرم ﷺ پر یہ اعتراض کیا جاتا رہا ہے کہ اس نے مرد کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دے کر جنسیت کا راستہ کھول دیا ہے۔ مختلف تعبیرات اور الفاظ میں اس طرح کے اعتراضات کئے جا رہے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعددِ ازواج کا قضیہ رسول اکرم ﷺ کا پیدا کردہ نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے انسانی معاشرے کا حصہ رہا ہے، اور تاریخ کے مختلف ادوار اور دنیا کے مختلف مذاہب میں اس کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔

تعدّد ازواج کا مسئلہ دین اسلام کا پیدا کردہ نہیں، نہ ہی رسالت مآب ﷺ نے (معترض حلقوں کے بقول) تعدّد ازواج کا راستہ کھول کر دین اسلام کی اشاعت اور جنسیت کو فروغ دیا (نعوذ باللہ من ذلک)۔ اسلام دینِ فطرت اور دینِ انسانیت ہے، اس کی تعلیمات فطرتِ انسانی سے قریب تر بلکہ عین مطابق ہیں، چنانچہ بعض انسانی اور معاشرتی

مجبوریوں کی بنیاد پر تعدّدِ ازواج ایک ناگزیر ضرورت بالخصوص مردوں کی عالمی شماریاتی جائزے کے مطابق مردوں کی کمی اور عورتوں کی تعداد کے اضافے کا فطری حل اور معاشرتی ضرورت بھی ہے جس کے نہ ہونے سے بہت سے معاشی و معاشرتی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اور معاشرے میں بے راہ روی کے رجحانات بڑھنے لگتے ہیں۔ اس حوالے سے اس آرٹیکل میں تعددِ ازواج کی حقیقت، اہمیت، فوائد و ثمرات، اس پر پابندی کے نقصانات اور تاریخی حیثیت کو مختلف مذاہب و ادیان کے تناظر میں پیش کیا جائے گا، نیز شماریاتی جائزے کے ذریعے اس کی ضرورت بھی واضح کی جائے گی۔

تعددِ ازواج کا تاریخی پسِ منظر...ایک جائزہ:

مختلف مذاہب اور اقوام کی مذہبی، قانونی اور تاریخی سند اس امر کی بین دلیل ہے کہ تعدد ازواج کی رسم اسلام سے قبل بھی مختلف مذاہب اور اقوام میں رائج تھی۔ چنانچہ معروف فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولی بان اپنی تصنیف (Civilization De Arabs) میں '' تعدد ازواج '' پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> '' مورخینِ یورپ کی نظروں میں تعدد ازواج گویا عمارتِ اسلامی کی بنیاد کا پتھر اور اشاعتِ دینِ اسلام کا بڑا سبب ہے۔''
>
> مزید لکھتے ہیں:
>
> '' تعددِ ازواج کی رسم اسلام سے بالکل الگ ہے۔ کیونکہ یہ قبل آنحضرت ﷺ کے، کل اقوام مشرقی، یہود، ایرانی، عربوں وغیرہ میں موجود تھی، اور جن اقوام نے مذہب اسلام قبول کیا انہیں خاص اس مسئلہ میں کوئی فائدہ نہیں ہوا''۔[1]

معروف عرب مصنف اور محقق احمد عبدالعزیز الحصین لکھتے ہیں:

> "كان التعدد معروفاً عند قدماء المصريين والفرس والأشوريين والبابليين والهندوس كماعرف الروس والجرمان، وعمل به بعض ملوك اليونان كماعرفته الديانة اليهودية-"[2]
>
> تعدّدِ ازواج کی رسم قدیم مصری، ایرانی (اہلِ فارس) آشوری، بابلی اور ہندوستانی تہذیبوں میں مروج تھی۔ جس طرح روسی اور جرمنی تہذیب میں اس کے رواج کا پتہ چلتا ہے۔ اور بعض یونانی بادشاہ بھی اس پر عامل رہے ہیں، اسی طرح یہودیت میں بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی قدیم تہذیبوں اور مختلف اقوام میں تعدّد ازواج کی موجودگی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قدیم چینی معاشرت میں لیکی کی شریعت کے مطابق (۱۳۰) بیویوں تک کی اجازت تھی۔
جب کہ چین کے بعض قدیم حکمرانوں کے متعلق تیس ہزار بیویوں تک کا پتہ چلتا ہے۔'' [۳]

بعثتِ نبوی سے قبل عرب معاشرے میں تعددِ ازواج کا رواج:

یہ تاریخی اور ناقابلِ تردید حقیقت مخفی نہیں کہ رسول اکرم ﷺ عرب کے جس معاشرے میں مبعوث ہوئے، عرب کے اس جاہلی معاشرے میں غیر محدود شادیوں اور تعدّدِ ازواج کا پتہ چلتا ہے۔ جبکہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی بعثت کے بعد غیر محدود شادیوں اور تعدّد ازواج کو ''عدل'' کی شرط کے ساتھ محدود نیز ایک سے زائد بیویوں جنھیں امّت کے لیے چار تک عدل کی شرط کے ساتھ محدود کر دیا گیا تھا، عدل کے نہ ہونے کے اندیشے اور قرائن کے پیش نظر صرف ایک بیوی تک محدود کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں عرب مورخین اور تذکرہ نگاروں نے انتہائی تفصیل کے ساتھ تاریخی جائزہ پیش کرکے حقائق کو آشکار کیا ہے۔

یہ وہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مسلم مفکرین اور سیرت نگاروں کو بھی ہے، چنانچہ سیرت نگار آر۔ وی۔ سی، باڈلے رقم طراز ہے:

> ''حضورِ اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں بعض مغربی مفکرین اور مورخین نے ظنّی اور گمانی باتوں کا ذکر کیا ہے، لیکن اگر ہم عربوں کی پوری تاریخ دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام سے قبل عربوں میں تعدّد ازواج (Poly Gamy) کی کوئی پابندی نہیں تھی اور پھر خاوند پر بھی ہر ایک کے ساتھ یکساں اور مبنی بر انصاف سلوک کرنا لازم نہیں تھا، یہ تو محض اسلام کی دین ہے کہ اس نے حسبِ ضرورت اور مشروط صورتوں میں چار تک شادیوں کی اجازت دی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کڑی شرط بھی عائد کر دی ہے کہ سب کے ساتھ مساوی سلوک کرنا فرض ہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ یہ عدل کے ساتھ حق ادا نہیں کرسکے گا تو صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا ضروری ہے۔'' [۴]

معروف عرب دانش ور ڈاکٹر جواد علی ''المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام'' میں تعدّد ازواج اور ایک مرد کی متعدد بیویوں کے حوالے سے تاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ويذكر أهل الأخبار أنّ أهل الهرم أوّل من اتخذ الضّرائر، والضّرائر زوجات الرّجل الواحد، وكلّ منها ضرّة للأخرىٰ- والغاية الأولىٰ من الزواج هي النّسل، لذٰلك قالت العرب: من لا يلد، لا وُلد وكرهت العاقر وعددتها شؤماً إذ كان الرّجل يأبى البقاء مع امرأة لا تلد- لذٰلك كان يطلّقها في الغالب، لانتفاء الفائدة منها مع إنفاقه عليها، وعندهم أنّ المرأة القبيحة الولود، خير من الحسناء العاقر، وأنّ سوداء ولوداً

خير من حسناء عاقر وليست هذه العادة من عادات العرب وحدهم، ولكن يشاركهم فيها أكثر الشعوب الأخرىٰ"۔[5]

"تذکرہ نگاروں کے مطابق حرم (مکے) کے باشندوں نے پہلے پہل ''ضرائر'' کو اپنایا۔ ''ضرائر'' سے مراد ایک مرد کی کئی بیویاں ہے، کہ ان میں سے ہر ایک دوسری کے لیے ضرر رساں ہے۔ جب کہ ان کے ہاں شادیوں کا بنیادی مقصد نسل کی ترقی تھا۔ اسی لیے عربوں کا قول تھا: جس کی کوئی اولاد نہیں، وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ وہ بانجھ اور لاولد عورت کو برا اور منحوس سمجھتے تھے۔ اس حالت میں مرد بھی ایسی عورت کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا تھا جس کے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ اسی بناء پر وہ اکثر عورت کو طلاق دے دیا کرتے تھے کہ اس پر خرچ کرنے کے باوجود گویا اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ان کا یہ نظریہ تھا کہ اولاد پیدا کرنے والی بدصورت عورت بانجھ حسیناؤں سے بہتر ہے اور یہ کہ بچے جننے والی کالی عورتیں بانجھ حسیناؤں سے بہتر ہیں۔ تعدّد ازواج کی رسم صرف عربوں ہی میں نہ تھی بلکہ دیگر اقوام بھی (تعدّد ازواج) اس پر عمل پیرا تھیں۔"

امام مالکؒ نے موطا میں مندرجہ ذیل روایت ذکر فرمائی ہے:

إن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال لرجل من ثقيف أسلم وعنده عشر نسوة حين أسلم الثقفي أمسك منهن أربعا وفارق سائرهن[6]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنو ثقیف کے ایک شخص کے قبول اسلام کے موقع پر جس کی دس بیویاں تھیں، ارشاد فرمایا: ان میں سے چار رکھ لو اور باقی چھوڑ دو۔"

امام طحاویؒ نے حضرت حارث بن قیس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مندرجہ ذیل حدیث نقل کی ہے:

"عن الحارث بن قيس قال: أسلمت وعندي ثماني نسوة ، فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أختار منهن أربعا"[7]

"حضرت حارث بن قیسؓ سے روایت ہے کہ جب میں اسلام لایا تو میری آٹھ بیویاں تھیں، رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ان میں سے کوئی چار اختیار کر سکتے ہو۔"

عرب مصنف احمد عبدالعزیز الحصین "المرأة المسلمة أمام التحديات" میں اسلام سے قبل عرب معاشرے میں تعدّدِ ازواج پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"كان التعدّد منتشراً فی الجاهلية بين قبائل العرب، وكانوا يتفاخرون بهذا التّعدّد وكانت النّساء تُساق سوقاً للعذاب والاضطهاد والعدل قد فقد بينهنّ۔ فقد أسلم

غيلان بن سلمة وعنده عشر نسوة في الجاهلية وفي رواية ثماني نسوة وأسلمن معه-
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اختر منهنّ أربعاً"-
و أسلم الحارث بن قيس وعنده ثماني نسوة-
وعن عميرالأسدی قال: أسلمتُ وعندی ثماني نسوة فذكرت للنّبی صلى الله عليه وسلم فقال:
اختر منهنّ أربعاً-
وعن عيسيٰ بن الحارث قال: أسلمت وعندی ثماني نسوة، فأتيت النّبي صلى الله عليه وسلم
فذكرت له ذٰلك فقال: "اختر منهنّ أربعاً"-[۸]

"(اسلام سے قبل) عہدِ جاہلیت میں تعدّد ازواج کی رسم عرب قبائل میں عام تھی اور وہ ایک سے زائد شادیوں پر فخر کیا کرتے تھے اور اس طرح (غیر محدود شادیوں اور تعدّد ازواج کی بدولت) عورتوں کو گویا مصیبتوں اور تکلیفوں کی طرف دھکیلا جاتا تھا اور بیویوں کے درمیان عدل کا تصور ان کے ہاں مفقود ہو چکا تھا۔
غیلان بن سلمہ جب اسلام لائے تو عہدِ جاہلیت سے ہی ان کی دس بیویاں تھیں اور ایک روایت کے مطابق آٹھ بیویاں تھیں اور وہ سب ان کے ساتھ ہی مسلمان ہوئیں۔ تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: ان میں سے چار اختیار کرو۔ نیز اسلم بن حارث بن قیس اسلام لائے تو ان کی آٹھ بیویاں تھیں۔
حضرت عمیر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب اسلام لایا تو میری آٹھ بیویاں تھیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے کوئی چار اختیار کر سکتے ہو۔
حضرت عیسیٰ بن حارث کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں، میں نے جب اسلام قبول کیا تو میری آٹھ بیویاں تھیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے کسی چار کو اختیار کرلو۔"

تعددِ ازواج اور مذاہبِ عالم:

مذاہبِ عالم کی تاریخ اور ذخیرہ کتب اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ تعدد ازواج تمام مذاہب میں خواہ وہ الہامی ہوں یا غیر الہامی، ہمیشہ رائج اور جائز رہا ہے۔ اسے صرف اسلام یا پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرکے دینِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ عفت وعصمت کو ہدفِ تنقید بنانا واقعیت کی تکذیب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تعدّدِ ازواج کی رسم، طلوعِ اسلام سے صدیوں پہلے کی رسم ہے، جو اب تک دنیا کے مختلف علاقوں اور اقوام میں مختلف شکلوں میں رائج ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق مشہور ماہرِ انسانیات جارج مرڈاک (Murdock) کی رپورٹ ۱۹۴۹ء کے مطابق دنیا کی ۵۵۴ قوموں میں سے ۴۱۵ میں تعدّد ازواج کا رواج پایا جاتا ہے۔[۹]

جارج مرڈاک ہی کی ایک اور رپورٹ کے مطابق ۲۵۰ معاشروں میں سے ۱۹۳ میں تعدّد ازواج (Poly gamy) کا رواج پایا گیا ہے۔[۱۰]

تعددِ ازواج نہ صرف ہر معاشرے میں موجود رہا ہے، بلکہ انتہائی گھناونی شکلوں میں موجود رہا ہے۔ اسلام سے پہلے تعدّد ازواج کی جو رسمیں تھیں، ان میں سے متعدد ایسی تھیں جن کی موجودگی میں نہ گھر کا سکون برقرار رہ سکتا تھا اور نہ ہی معاشرے کا۔ ایک مرد کی لاتعداد بیویاں ہوتی تھیں اور ایک عورت کے بے شمار خاوند۔ ان شادیوں کے لیے نہ کسی ضابطے کی پابندی ضروری تھی اور نہ ہی ازدواج کے معاشرتی ادارے کو منضبط رکھنے کے لیے کوئی قانون تھا۔ یہاں پر تعددِ ازواج کی تاریخی، مذہبی اور واقعاتی حیثیت کو واضح کرنے کے لئے مذاہبِ عالم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، پہلے الہامی مذاہب کے حوالے سے اس کی تفصیل ذکر کی جائے گی اور اس کے بعد بعض غیر الہامی مذاہب کا تصور پیش کیا جائے گا تاکہ اس حوالے سے اسلامی نقطہ نظر سمجھنے میں آسانی ہو اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کی حقیقت واضح ہو سکے۔

الف: تعددِ ازواج کا تصور الہامی مذاہب میں:

اسلام سے پہلے جو مذاہب آئے انہوں نے نہ صرف تعددِ ازواج کو برقرار رکھا بلکہ اس میں موجود قبیح اور غیر فطری رسموں کو ختم کرنے کے لیے بھی کچھ نہیں کیا۔ یہودیت اور عیسائیت الہامی مذاہب تھے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے دنیا میں تعدّد ازواج کی متعدد قبیح رسمیں قائم رہیں، لیکن انہوں نے ان رسموں کے خلاف ایک لفظ تک نہیں کہا۔ جارج سیل کہتا ہے کہ کچھ یہودی علماء نے باہم مشورے سے بیویوں کی تعداد کی حد چار مقرر کی تھی، لیکن ان کا مذہبی قانون اس سلسلے میں ان پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔ سابقہ ادیان میں تعددِ ازواج کے وجود کے حوالے سے عرب مصنف زکریا ہاشم زکریا رقم طراز ہیں:

"قَدْ عَرَفْنَا أَنَّ تَعَدُّدَ الزَّوْجَاتِ مُبَاح فِي الشَّرَائِعِ كُلِها مِنْ إِبْرَاهِيْمَ إِلىٰ مُوْسٰى وَإِنِّي لَا أَظُنُّ أَنَّ الإِنْجِيْلَ الَّذِيْ أُنْزِلَ إِلي عِيسىٰ حَرَّمه وَلٰكِنَّ الْمُفْسِدِيْنَ قَدْ فهمُوْا مِنْ شَرَائِطِ الْجَمْعِ بَيْنَ الزَّوْجَاتِ مَا سَاعَدهمْ عَلي فهمِ الْمَنْعِ فَحَرَّفُوها هذَا التَّحْرِيْفَ-"[۱۱]

''ہم جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک تمام شرائع میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت تھی اور میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو انجیل نازل ہوئی تھی، اس نے اس کی ممانعت کی ہو لیکن شریر لوگوں

نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کے لیے جو شرائط تھیں، ان سے تعدّد ازواج کی ممانعت سمجھی اور انجیل میں تحریف کر دی۔''

الہامی مذاہب میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں تعددِ ازواج کے جواز کے قائل ہیں، اور تینوں مذاہب کی دینی و مذہبی تاریخ تعددِ ازواج کے جواز پر عامل نظر آتی ہے، اسی طرح بہت سے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں تاریخی شواہد سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے ایک سے زائد شادیاں کی تھیں۔ ذیل میں تعددِ ازواج کے مسئلے کو عملِ انبیاء کرام، یہودیت اور عیسائیت کے تناظر میں پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ تعددِ ازواج اور انبیاء سابقین:

انبیاء سابقین کی عظمت و تقدس پر تینوں آسمانی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام متفق ہیں۔ ان کی سوانحی تاریخ تعددِ ازواج کے جواز اور اس پر عامل رہنے کی گواہ ہے اور تعدد ازواج کے عدم جواز پر کسی پیغمبر یا نبی کی جانب سے اس کی ممانعت یا عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ انبیائے سابقین میں سے معروف انبیاء تعدد ازواج پر عامل رہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سوانحی تاریخ تعدد ازواج پر عامل رہنے کی بین دلیل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں مسلم ہے، تینوں مذاہب کا سلسلہ آپ ہی پر منتہی ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کا مقام و مرتبہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں مسلم اور قابلِ احترام ہے، مذکورہ تینوں سماوی مذاہب آپ کو اپنا روحانی پیشوا اور ابوالانبیاء مانتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواج حضرت سیدہ ہاجرہ اور سیدہ سارہ پر تینوں مذاہب متفق ہیں۔ یوروپین مصنف ویسٹر مارک (Wester Marck) لکھتا ہے:

''بہت سے مواقع پر لوتھر نے کثرت ازواج کی بابت کافی نرم رویہ اپنایا، خدا نے اس سے منع نہیں کیا، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم کی، جو ایک کامل انسان تھے دو بیویاں تھیں، خدا نے عہد نامہ قدیم کے بعض لوگوں کو خاص حالات میں ایسی شادیوں کی اجازت دے رکھی تھی۔[۱۲]

حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے، جن سے بنی اسرائیل کی نسل چلی اور دوسری بیوی حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی، جو عربوں کے جد امجد ہیں۔ کتاب پیدائش کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مندرجہ ذیل تین بیویاں تھیں:

(۱)۔ سیدہ ہاجرہ ... والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام۔[۱۳]　　(۲)۔ سیدہ سارہ ... والدہ اسحاق علیہ السلام۔[۱۴]

(۳)۔ قتورہ خاتون... والدہ زمران۔[۱۵]

حضرت یعقوب علیہ السلام کی مندرجہ ذیل بیویوں کا پتہ چلتا ہے:

(۱)۔ لیاہ... والدہ روبن، سمعون، لاوی، یہودہ، آشکار، ربلون۔[۱۶] (۲)۔ زلفہ... والدہ جد آشر۔[۱۷]

(۳)۔ رافل... والدہ یوسف علیہ السلام و بن یامین۔[۱۸] (۴)۔ بلہہ... والدہ دان و نفتال۔[۱۹]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویوں کے نام ملتے ہیں:

(۱)... سفورہ خاتون، والدہ جیر سوم، العیزر۔[۲۰] (۲)... جشیر

(۳)... ان کے والد کا نام قینی تھا۔[۲۱] (۴)... ان کے والد کا نام حباب تھا۔[۲۲]

علاوہ ازیں (کتاب استثناء ۱۰ تا ۲۱/۱۳) سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تعدد ازواج کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت داود علیہ السلام کی درج ذیل بیویاں تھیں:

(۱)... اخنوعم، والدہ امنون۔[۲۳] (۲)... ابی جیلی والدہ کلیاب۔

(۳)... میکل بنت سادہ شاہ اسرائیل۔[۲۴] (۴)... معکہ بنت تلمی شاہ جسور، والدہ اسلوم۔[۲۵]

(۵)... حجیت۔ والدہ ابی سلوم وادونیاہ۔ (۶)... ابیطال والدہ سقطیاہ۔

(۷)... عجلاہ والدہ تیر عام۔ (۸)... بنت سبع و ختر ابیعام۔ والدہ سلیمان علیہ السلام۔[۲۶]

(۹)... ابی شاگ۔[۲۷] (۱۰)... دس حرمیں۔ علاوہ ازیں دیگر حرمیں[۲۸] وجوروئیں۔[۲۹]

انبیائے سابقین میں تعدد ازواج کے حوالے سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیگر تمام انبیاء پر سبقت حاصل تھی، آپ کی سات سو بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔[۳۰] جبکہ آپ کے بڑے بیٹے رجعام کی اٹھارہ (۱۸) بیویاں اور ساٹھ (۶۰) حرمیں تھیں۔[۳۱]

۲: یہودیت میں تعددِ ازواج کا تصور:

یہودی مصنف ابراہیم لیون ''تاریخ یہود'' میں لکھتا ہے کہ تعددِ ازواج کی کوئی قانونی ممانعت نہ تھی، یہاں تک کہ قرون وسطیٰ میں "Rabbi Gershom" نے فتویٰ جاری کر دیا جس کے مطابق ایک شخص اتنی بیویاں رکھ سکتا تھا جتنی کہ اس کے بس میں ہو تیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ "Gideon" کی ستر بیویاں تھیں، اور ہم داؤد کی بیویوں میں کم از کم سات کے نام جانتے ہیں۔ یہودی تاریخ میں سب سے بڑا حرم غالباً سلیمان ہی کا تھا۔[۳۲] ہارپر (Horper`s) کی بائبل ڈکشنری میں لکھا ہے:

> ''عہد نامہ قدیم کے زمانہ میں تعدد ازواج کی اجازت تھی اور توریتی قانون نے بھی اس کی ممانعت نہیں کی۔ داشتاؤں، کنیزوں اور دوسری بیویوں کی کثرت ایک معمول تھا، حضرت

ابراہیم، یعقوب اور یوسف ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے تھے۔ بادشاہوں کی بہت سی بیویاں ہوتیں، جیسے داؤد اور سلیمان نے سیاسی اتحادوں کے لیے کیں۔ [۳۳]

توریت کے حسب ذیل حوالہ جات سے تعدّد ازواج کا ثبوت اور جواز ملتا ہے:

پیدائش، باب۱۶، آیت ۴، ۳۔ باب۲۵، آیت ۳۵، باب۳۵، آیت ۲۶، ۲۳، اخبار باب ۱۸، آیت ۱۸، استثناء باب۲۱، آیت ۱۵، قاضیون باب۸، آیت ۳۰، اوّل سموئیل باب اول، آیت ۱، ۲، ۳، باب۲۵، آیت ۴۳، ۴۲، دوم سموئیل باب ۳، باب۵، آیت ۱۲، باب۱۱، آیت ۲۷، باب ۱۲، آیت ۸، اول سلاطین باب ا، آیت ۱تا۴، باب۱۱، آیت ۱تا۳، اول تواریخ باب ۳، آیت ۱تا۹، باب ۱۴، آیت ۳، دوم تواریخ، باب۱۱، آیت۲۱، باب ۱۳، آیت ۲۱، باب ۲۴ آیت ۳، ۲۔

پادری فاکس اپنی کتاب ''غلطیوں کی اصلاح'' مطبوعہ امریکن مشن پریس لکھنو کے صفحہ ۲۰۶، ۲۰۷ پر رقم طراز ہے:

''تعدّد ازواج کے مقدمے میں ہم بلاتردّد تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی اس دستور نے رواج پایا تھا اور خداوند نے بھی اسے منع نہیں کیا بلکہ اس رسم پر چلنے والوں کو خوش خبری کی نوید اور برکت کا وعدہ سنایا ہے۔ [۳۴]

علاوہ ازیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے لاتعداد بیویوں کے جواز کا پتہ ذیل کے حوالہ جات سے ملتا ہے:

''جب تو لڑائی کے لئے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے اور تو انہیں اسیر کر لائے۔ اور ان اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے اور تیرا جی چاہے کہ تو اسے اپنی جورو بنائے تو تو اسے اپنے گھر میں لا، اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا۔ تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے گھر میں رہے۔ اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے، بعد اس کے ساتھ تو خلوت کر اور اس کا خصم بن اور وہ تیری جورو بنے۔ [۳۵]

مذکورہ تفاصیل سے یہودیت میں تعددِ ازواج کا جواز روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے، مزید یہ کہ اس سلسلے میں کسی قید اور شرط کا بھی کوئی ذکر ان حوالہ جات میں نہیں ملتا۔

۳: تعددِ ازواج اور عیسائیت:

انجیل کے زمانہ نزول میں کثیر ازدواجی قبول عام کا درجہ رکھتی تھی۔ اسے مذہبی، معاشرتی اور اخلاقی طور پر نہ صرف تسلیم کیا جاتا تھا، بلکہ اس پر کسی قسم کی تنقید یا اعتراض وارد نہ ہوتا تھا۔ اسی بناء پر انجیل میں اس موضوع سے بحث نہیں کی گئی۔ کیونکہ یہ اس وقت امر واقعہ تھا اور اسے بالکل درست اور فطری سمجھا جاتا تھا۔ انجیل نے نہ اسے ممنوع قرار دیا، نہ اسے ضابطہ بند کیا اور نہ اس پر کوئی پابندی عائد کی گئی۔

عیسائیت میں اس امر کی گواہی ملتی ہے کہ دس کنواریاں اپنے ہونے والے دولہا سے ملنے کے لئے گئیں اور بائبل کی بہت سی تفاسیر میں ہونے والے دولہا سے مراد یسوع مسیح ہی لئے گئے ہیں۔ جبکہ انجیل متی باب (۲۵) کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی آمد کی خبر میں دس کنواریوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ نے دولہا کے ساتھ شادی کی، گھر میں گئیں، اور پانچ جو پیچھے رہ گئی تھیں، ان کے لئے دروازہ نہ کھولا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کبھی اس تمثیلی بیان کو زبان پر نہ لاتے اگر ان کے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی کا ہونا پسندیدہ نہ تھا۔

عیسائیت کے بعد کئی سو برس تک کلیسا کی کسی مجلس نے تعدد ازدواج کی مخالفت نہیں کی اور کئی عیسائی امراء اور سلاطین نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھیں۔ لیکن کلیسا نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا، چنانچہ شارلمین نے دو عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنے کے علاوہ کئی ایک داشتہ عورتیں رکھ چھوڑی تھیں۔ یوروپین مصنف ویسٹر مارک (Wester Marck) کے مطابق بعض عیسائی فرقے تعددِ ازواج کی بڑی شدت سے وکالت کرتے رہے ہیں۔ ۱۵۳۱ء میں عیسائیوں کے ایک فرقہ نے اس بات کی تبلیغ کی کہ جو سچا عیسائی بننا چاہتا ہے، اس کی بہت سی بیویاں ہونی چاہئیں، ایک دوسرے فرقے میں معاشی حالات کی اجازت دینے کی صورت میں کثرتِ ازدواج فرض تھی، تاکہ آخرت اور دنیا میں بھلائی پا سکے۔[۳۶]

عیسائیوں کے نزدیک بھی قانون وہی معتبر تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو انجیل نازل ہوئی تھی اس کے متعلق بھی عیسائی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ اس میں تعدّدِ ازواج کی ممانعت کا کوئی قانون موجود تھا۔[۳۷]

فرانسیسی بادشاہوں کا متعدد عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنا اور اس کے باوجود اہلِ کلیسا کا ان بادشاہوں کا احترام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے تعدّدِ ازواج کی رسم بغیر کسی قید اور ضابطے کے دنیا بھر میں موجود تھی اور کسی مذہب نے اس کی بیخ کنی کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ شرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے اس رسم کی ان تمام شکلوں کو ممنوع قرار دے دیا جن سے فرد یا معاشرے کا سکون برباد ہو سکتا تھا، جن سے نسب میں اختلاط کا اندیشہ تھا یا جن کی وجہ سے مقاصد زوجیت فوت ہونے کا خطرہ تھا۔[۳۸]

۴: تعددِ ازدواج کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر:

دینِ اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اس لئے اس نے نسلِ انسانی کی فطری بقاء اور خواتین کی کثرت کے مسئلے کے حل کی بناء پر تعددِ ازدواج کو جائز قرار دیا، البتہ اس کی تحدید کر لی جس کی مثال ہمیں دیگر ادیان میں نہیں ملتی، نیز تعددِ ازدواج کے لئے ایسی کڑی شرائط رکھیں جن کو پورا کرنا ہر کس و ناکس کے بس میں نہیں ہے، اور اس امر کی تصریح

کر لی کہ اگر ان شرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ایک سے زیادہ عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ تعددِ ازواج کے حوالے سے اساس اور بنیاد قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت ہے:

{وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا}[۳۹]

"جو عورتیں تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو خواہ دو دو سے خواہ تین تین سے خواہ چار چار سے۔ پھر اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ تم (متعدد بیویوں میں) انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی (نکاح) کرنا یا جو کنیز تمہاری ملک میں ہو (وہی سہی) اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک سے زیادہ شادیوں کو عدل وانصاف کی شرط کے ساتھ مقید کیا ہے، اور اگر کسی کو عدل وانصاف کا یقین نہ ہو تو پھر اس پر لازم ہے کہ ایک ہی شادی پر اکتفاء کرے۔

عرب مصنف احمد عبدالعزیز الحصین اسلام سے قبل عرب عہد جاہلیت میں تعدّد ازواج کی حقیقت، اسلام میں اس کے جواز اور مقاصد وشرائط کے متعلق لکھتے ہیں:

"كان العرب قبل الإسلام يمارسون تعدّد الزّوجات من غير تقييد، ولما جاء الإسلام أباح تعدّد الزّوجات ولم يحرمه تحرماً مطلقاً بل قيّده بالعدل الّذي تقتضيه مصلحة النّسل، و هو أن لّا يتجاوز أربعاً بشرط القدرة عليهن- والعدل بين الزّوجات شرط لمنع ظلم النّساء وإنّ إباحة تعدّد الزّوجات لم يكن القصد من ذٰلك إرواء الغرائز الجنسية وحبّ الشهوات كما يدّعى المستشرقون وتلا ميذهم من أبناء المسلمين الّذين تغذّوا بفكرهم وآرائهم وجمعيات النهضة النّسائية التي تغذيها المحافل الماسونية، بل القصد منه إكثار عدد المسلمين"[۴۰]

"اسلام سے قبل (زمانہ جاہلیت میں) عرب بغیر کسی پابندی کے ایک سے زائد شادیوں پر عمل پیرا تھے۔ البتہ اسلام کی آمد کے بعد گو کہ ایک سے زائد شادیوں کو (تعدّد ازواج) مطلقاً حرام قرار نہیں دیا گیا، تاہم اسے عدل کے ساتھ مشروط قرار دے کر نسلِ انسانی کی بقاء کا سامان کیا گیا اور اسے بھی اس حد تک جائز قرار دیا گیا کہ طاقت اور قدرت ہونے کے باوجود بیویوں کی تعداد چار سے زائد نہ ہو۔ عورتوں پر ظلم کے سدِّباب کے لیے عدل کو بنیادی شرط قرار دیا گیا۔ اسلام میں ایک سے زائد شادیوں کی اجازت کا مقصد جنسی بے راہ روی یا شہوت پرستی کا فروغ نہیں ہے جیسا کہ مستشرقین اور خود مسلمانوں میں سے ان کے آلہ کار فکرو رائے کے ذریعے ان کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح خواتین کی

تنظیمیں اپنے اجتماعات اور قرار دادوں کے ذریعے ان کی تائید کرتی نظر آتی ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعدّد ازواج کا حقیقی مقصد مسلمانوں کی اجتماعیت اور ان کی تعداد میں اضافہ ہے۔

معروف عرب محقق ڈاکٹر جواد علی''المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام'' میں تعدّدِ ازواج کے حوالے سے تاریخی جائزہ اور اسلامی نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ومن حقّ الرّجل في الجاهلية أن يتزوّج مايشاء من النّساء من غير تحديد ولا حصر إذ لم تحدّد شرائعهم للرّجال عدد ما يتزوجونه من نسائهم فلمّا جاء الإسلام، حدّد العدد وجوّز للرّجل أن تكون له أربع زوجات في وقت واحد، بشرط العدالة بينهنّ، فإن خاف الزّوج أن لاّ يعدل بييهنّ فواحدة-"[٤١]

"عرب عہدِ جاہلیت میں مرد کا یہ حق سمجھا جاتا تھا کہ وہ جتنی عورتوں سے چاہے بغیر کسی پابندی اور تعداد کے شادی کر سکتا ہے کیوں کہ ان کے مروجہ ضابطوں کے مطابق مرد عورتوں سے شادیوں کے بارے میں کسی ضابطے کے پابند نہ تھے۔ البتہ جب اسلام آیا تو اس نے اس تعداد کو محدود کیا اور مرد کے لیے ایک وقت میں چار بیویوں کی اجازت دی اور اسے بھی بیویوں کے درمیان عدل کے ساتھ مشروط قرار دیا۔ للذا اگر شوہر کو یہ خوف ہو کہ وہ ان (ایک سے زائد بیویوں) کے درمیان عدل نہیں کر سکے گا تو ایک ہی پر اکتفا کرے۔

جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "An Apology for Muhammad and Koran" میں جس میں انہوں نے مغربی مصنفین کی قلعی کھول کر بے جا اعتراضات کا خاطر خواہ جواب دیا ہے، ایک مقام پر تعدد ازواج کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر اور رسول اکرم ﷺ کی ایک سے زیادہ شادیوں کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اسلام نے تعدّدِ ازواج کی اجازت دی ہے اور اسے عدل سے مشروط قرار دیا ہے، تعدّد ازواج کوئی فریضہ نہیں ہے، اہل مغرب سوکنوں کے تصور سے خوف زدہ ہیں مگر عدل والے گھر میں ایسا نہیں ہوتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں ایسا نہ ہو سکا۔ اسلام نے عدل کے ساتھ مشروط قرار دے کر بیک وقت چار بیویوں تک رکھنے کی اجازت دی ہے... پیغمبرِ اسلام ﷺ نے مختلف مصلحتوں کے تحت عقد کئے اور خدا نے انہیں اجازت بھی دی تھی، ان نکاحوں کو حسن پرستی کے پیمانے سے ناپنا صریح تعصب ہے۔"

ڈیون پورٹ مزید لکھتا ہے:

''تعدّد ازواج سے مغربی معاشرہ بلاوجہ خائف ہے، نائی بہرنے اپنے سفر نامے "Travels" میں لکھا ہے کہ مسلمان عورت تعدّد ازواج کے ماحول کے باوجود یورپی عورتوں سے کہیں زیادہ خوش حال ہے۔ ڈیون پورٹ کے نزدیک تعدّد ازواج محبت کی قاتل نہیں، اس کے معائب ہی نہیں، محاسن بھی ہیں، اسلام نے تعدّد ازواج کو عدل کی شرط کے ساتھ مشروط قرار دے کر فطرتِ انسانی کی ترجمانی کی ہے۔[۴۲]

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ انبیاء و مرسلین سابقین تعددازواج کے جواز کے قائل اور اس پر عمل پیرا تھے۔ تینوں الہامی مذاہب یعنی یہودیت، عیسائیت اور اسلام مذکورہ تمام انبیاء کی عفت و عصمت اور عظمت و تقدس کے قائل ہیں اور ان کی شان میں گستاخی اور کسی قسم کا اہانت آمیز کلمہ ناجائز اور ناقابل برداشت تصور کرتے ہیں۔ اب اگر مذکورہ انبیائے سابقین کی تعددِ ازواج عفت و عصمت، پاکدامنی اور پرہیزگاری کا ذریعہ تھیں، تو نبی عفت و عصمت، پیغمبرِ رحمت، صاحبِ خلق عظیم ﷺ کی تعدد ازواج پر غیر مسلم حلقوں بالخصوص عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے کیا جواز ہے کہ وہ آپ ﷺ کے دامن عفت و عصمت کو شہوت پرستی اور جنسی جنون کے نام پر داغدار کریں، اگر وہ انبیائے سابقین کا عمل باوجود تعددِ ازواج کے جائز اور عفت و عصمت پر مبنی قرار دیتے ہیں تو رسالت مآب ﷺ بھی تو گروہ انبیاء کے سردار و امام ہیں، اگر ان کا عمل تعددِ ازواج ہدفِ تنقید قرار نہیں پاتا تو نبی صادق و امین، ختم المرسلین ﷺ کی حیات طیبہ اور دستار مقدسہ کو کیوں داغدار کیا جاتا ہے، یہ ضد اور ہٹ دھرمی سراسر مبنی بر ناانصافی ہے۔ اگر تعددِ ازواج شہوت پرستی اور جنسی جنونیت کا نام ہے تو نعوذ باللہ صرف پیغمبرِ آخر ﷺ شہوت پرست اور جنسی جنونی قرار نہیں پائیں گے، بلکہ بہت سے انبیائے سابقین تعدد ازواج پر عامل رہے اور الہامی و غیر الہامی مذاہب جن کی مذہبی کتب تعدد ازواج کے جواز و استحسان کے دلائل و براہین فراہم کرتے ہیں، وہ سب انبیاء اور مذاہب کے بانی شہوت پرست، جنسی جنونی اور شہوت و جنسیت کے علمبردار تصور کئے جائیں گے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

(ب) تعددِ ازواج اور غیر الہامی مذاہب:

غیر الہامی مذاہب میں سب سے زیادہ معروف اور قابلِ ذکر حیثیت کا حامل ''ہندومت'' ہے، اس مذہب کا ذخیرہ کتب اور تاریخ اس حقیقت کا اعتراف کرتی نظر آتی ہے کہ تعدد ازواج ''ہندومت'' میں ہمیشہ رائج رہی ہے۔ تعددِ ازواج کے حوالے سے ہندومت کی حالت یہ تھی کہ ہندووں کے ہیرو پانچ پانڈو بھائی ایک ہی عورت کے خاوند تھے۔ ہندو دھرم میں زمانہ قدیم سے نہ صرف اس کی اجازت رہی ہے بلکہ آج بھی ہندوستان میں مسلمانوں کی نسبت ہندووں میں اس کا رواج زیادہ ہے۔ "The Position of Women in Hindu Civilization" کے مصنف ڈاکٹر الٹیکر (Dr. A.S. Altekar) اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ویدک لٹریچر میں تعدد ازواج(Poly Gamy) کے حوالے قطعی طور پر زیادہ ہیں۔"[۴۳]

ڈاکٹر التیکر لکھتا ہے:

''ہندومت اور قدیم ہندوستانی تہذیب میں حاکمِ وقت کے لیے یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس کی چار بیویاں ہوسکتی ہیں، اور یہ اس کے لیے جائز قرار پایا تھا، جب کہ معاشرے میں چار یا اس سے زیادہ بیویاں رکھنے کی بھی اجازت تھی جبکہ ہندومت کے مذہبی اور مقدس راہنما منو کے مطابق ایک مرد دس بیویاں بیک وقت رکھ سکتا ہے، قدیم ہندو حکمراں شاہ چندرا کی سو بیویاں تھیں اور قدیم ویدک لٹریچر میں تعدّد ازواج (ایک سے زائد شادیوں) کے رواج کا پتہ چلتا ہے۔"[۴۴]

ذیل میں ہندومت کی قابل احترام مذہبی و تاریخی شخصیات کی فہرست دی جاتی ہے، جس سے ہندومت میں تعدد ازواج کی اجازت اور عملاً رواج کا پتہ چلتا ہے:

ہندو دھرم کے پیروکار ''رام چندر جی'' کو اپنا بھگوان تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ ان کے والد راجہ دسرتھ کی متعدد بیویاں تھیں:

(۱)... پٹ رانی کوشلیا ...والدہ رام چندر جی۔ (۲)... رانی سمترا ... والدہ لچھمن جی۔

(۳)... رانی کیکئی ... والدہ بھرت جی۔

سری کرشن جی کی جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے سینکڑوں بیویاں تھیں۔ راجا پانڈو مشہور پانڈوں کا جداعلیٰ ہے، اس کی دو بیویاں تھیں:

(۱)... کنتی ...والدہ یدبشتر و بھیم سین وارجن۔ (۲)... مادری... والدہ نکل وسہدیو۔

راجا شتنن کی دو بیویاں تھیں:

(۱)... گنگا ...والدہ بھیکم۔ (۲)... سیتہ دتی ...والدہ چترانگد و دیگر۔

بچھترّ ایرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی:

(۱)... امبکا ... والدہ دھرتراشیٹ۔ پسر بیاس جی۔ (۲)... امبانکا ... والدہ پانڈو پسر بیاس جی۔

(۳)... لونڈی ... والدہ بدر۔ بن بیاس جی۔[۴۵]

علاوہ ازیں پدر منو کی دس بیویاں مانی جاتی ہیں، جبکہ آمتار یا برہمن کے راجہ ہریش چندرا کی سو بیویاں تھیں۔[۴۶]

ڈاکٹر التیکر نے سنسکرت کے مستند حوالوں سے لکھا ہے کہ مؤخر ویدک لٹریچر میں متعدد شہادتیں ملتی ہیں کہ تعدد ازواج کا رواج معاشرے کے بعض طبقات میں پوری طرح سرایت کیے ہوئے تھا۔[۴۷]

معروف مسلمان مؤرخ اور جغرافیہ دان ابوریحان البیرونی جنہوں نے کئی سالوں تک ہندوستان میں مقیم رہ کر سنسکرت زبان سیکھی اور یہاں کے علوم و فنون اور رسم و رواج کا مشاہدہ کرکے ہندی تہذیب و ثقافت پر ''تحقیق ماللھند'' نامی مستند ترین کتاب تصنیف کی، موصوف مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں:

> ''اہل ہند میں سے بعض کی نظر میں طبقاتی اعتبار سے متعدد عورتیں ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ برہمن کے لئے چار، چھتری (کشتر) کے لئے تین، ویش کے لئے دو اور شودر کے لئے ایک بیوی ہوگی۔''[۴۸]

غیر الہامی مذاہب میں چونکہ ہندومت زیادہ معروف اور رائج ہے اس لئے تعددِ ازواج کے حوالے سے اس پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

عصرِ حاضر میں تعددِ ازواج کی ضرورت (مرد اور عورتوں کی تعداد کا شماریاتی جائزہ):

اعداد و شمار اس حقیقت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ باعتبار پیدائش عورت اور مرد کی تعداد تقریباً یکساں ہوتی ہے، یعنی جتنے بچے ہیں تقریباً اتنی ہی بچیاں پیدا ہوتی ہیں، مگر شرح اموات کے جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کے مقابلے میں مردوں کے درمیان موت کی شرح زیادہ ہے۔ یہ فرق بچپن سے لے کر آخر عمر تک جاری رہتا ہے۔

"Encyclopaedia Britannica" مطبوعہ ۱۹۸۴ء کے مطابق عمومی طور پر موت کا خطرہ عمر کے ہر مرحلے میں عورتوں کے لیے کم پایا گیا ہے اور مردوں کے لیے زیادہ۔ جبکہ اکثر حالات میں انسانی معاشروں میں عورتوں کی تعداد کا زیادہ ہونا اور مردوں کی تعداد کا کم ہونا مختلف اسباب سے ہوتا ہے۔ مثلاً جب جنگ ہوتی ہے تو اس میں زیادہ تر صرف مرد مارے جاتے ہیں، چنانچہ پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) میں آٹھ ملین سے زیادہ فوجی مارے گئے۔ شہری باشندے جو اس جنگ میں ہلاک ہوئے، وہ اس کے علاوہ ہیں، یہ زیادہ تر مرد تھے۔ جبکہ دوسری عالمی جنگ (۱۹۳۹ء۔ ۱۹۴۵ء) میں ساڑھے چھ کروڑ افراد ہلاک یا جسمانی طور پر ناکارہ ہوئے۔ یہ سارے لوگ زیادہ تر مرد تھے، عراق ایران جنگ (۱۹۷۹ء۔ ۱۹۸۸ء) میں ایران کی بیاسی ہزار (۸۲۰۰۰) عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ جبکہ عراق میں ایسی عورتوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہے جن کے شوہر اس دس سالہ جنگ میں ہلاک ہوئے۔

علاوہ ازیں جدید صنعتی اور مشینی دور میں حادثات کا بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ موجودہ دور میں حادثاتی اموات روز مرہ کا معمول بن چکی ہیں۔ ۱۹۶۷ء کے اعداد و شمار کے مطابق صرف اس ایک سال میں ۱۷۱۵۰۰۰ حادثاتی اموات ہوئیں، یہ زیادہ تر مرد تھے۔[۴۹]

دنیا کی مختلف آبادیوں اور ممالک میں مرد و عورت اور ان کے حد درجہ محتاط فرق کو بتانے کے لیے ''انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا'' نے دنیا کے بیش تر ممالک بالخصوص مغرب کے اعداد و شمار جمع کیے ہیں جن سے مغربی دنیا کے ممالک میں

مرد اور عورتوں کے تناسب اور اعداد و شمار کا واضح فرق پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے ذیل کے نقشے میں دیے گئے اعداد و شمار ملاحظہ کیجئے:

نمبر شمار	ملک کا نام	مردوں کا تناسب	خواتین کا تناسب
۱.	آسٹریلیا	۴۷٫۰۷ %	۵۲٫۹۳ %
۲.	جرمنی	۴۸٫۰۲	۵۱٫۸۹
۳.	امریکا	۴۸٫۵۸	۵۱٫۴۲
۴.	روس	۴۶٫۵۹	۵۳٫۰۳
۵.	فرانس	۴۸٫۹۹	۵۱٫۰۱
۶.	سوئٹزرلینڈ	۴۸٫۶۷	۵۱٫۳۳
۷.	اٹلی	۴۸٫۸۹	۵۱٫۱۱
۸.	اسپین	۴۸٫۹۴	۵۱٫۰۶
۹.	پولینڈ	۴۸٫۶۱	۵۱٫۳۹
۱۰.	برما	۴۸٫۸۱	۵۱٫۱۹

تعددِ ازواج پر پابندی کے اخلاقی اور معاشرتی نقصانات:

عورتوں کی تعداد کی زیادتی اور مردوں کی تعداد کی کمی کے باعث چونکہ تعددِ ازواج ایک معاشرتی ضرورت ہے، جس کے بہت سے فوائد ہیں، لہٰذا اگر اس پر پابندی عائد کی جائے جیسا کہ دنیا کے مختلف ممالک میں ہے تو اس کے بہت سے معاشی اور معاشرتی نقصانات سامنے آتے ہیں۔

جنگِ عظیم اول (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) اور جنگِ عظیم دوم (۱۹۳۹ء۔۱۹۴۵ء) میں بڑی تعداد میں مردوں کی ہلاکت کے سبب مردوں کی قلّت اور عورتوں کی تعداد میں اضافے کی وجہ سے مغربی ممالک میں تعدّدِ ازواج پر پابندی اور اس کے خلافِ قانون ہونے کی بناء پر صورت حال یہاں تک پہنچی کہ جنسی بے راہ روی عام ہو گئی اور یہ اس قدر بڑھی کہ عورتوں کی تعداد میں اضافے اور مردوں کی تعداد میں کمی، آبادی کے تناسب میں اس واضح فرق نے ان معاشروں میں غیر قانونی تعدّدِ ازواج مسٹریس "Mistress" کی وبا کو عام کیا۔

"Mistress" کی تعریف ویبسٹرس ڈکشنری (Websteris Dictionory) میں اس طرح کی گئی ہے:

''وہ عورت جو کسی مرد سے جنسی تعلق رکھے، اس کے بغیر کہ اس سے اس کا نکاح ہوا ہو۔ چنانچہ مغربی معاشرے میں ''مسٹریس'' کی وبا کے نتیجے میں جو اثرات مرتب ہوئے، وہ ذیل کے اعداد و شمار سے واضح ہیں۔

مصدقہ ذرائع کے مطابق مغربی ممالک میں بغیر شادی کے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد دیگر ممالک کی نسبت سب سے زیادہ ہے اور یورپی کمیشن کے ۱۹۹۲ء کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق برطانیہ میں پیدا ہونے والے ایک تہائی بچے غیر شادی شدہ ماؤں کے ہاں جنم لیتے ہیں، جبکہ آئس لینڈ میں یہ تعداد بڑھ کر ۵۰ فیصد سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ رپورٹ کے اعداد و شمار کے مطابق برطانیہ میں طلاق دینے کی شرح بھی دوسرے یورپی ممالک کی نسبت سے زیادہ ہے۔ یونان میں ناجائز پیدا ہونے والے بچوں کی شرح ۲ فیصد اور سوئٹزر لینڈ میں 6.1 فیصد ہے۔ برطانیہ کے بعد فرانس میں بن بیاہی ماؤں کے ہاں جنم لینے والے بچوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے جو کہ 30.1 فیصد ہے۔ رپورٹ کے مطابق شمالی یورپ میں اوسطاً ۵۰ فیصد بچے ناجائز پیدا ہوتے ہیں، سوئیڈن میں ان بچوں کی شرح پیدائش 48.2 فیصد اور ڈنمارک میں 46.4 فیصد ہے۔ برطانیہ میں شادی کرنے کی شرح بھی دوسرے یورپی ممالک کی نسبت کم ہے، وہاں ہر سال ایک ہزار جوڑوں میں سے صرف 6.8 فیصد جوڑے شادی کے بندھن میں بندھتے ہیں۔ جبکہ بقایا غیر شادی شدہ زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ [۵۰]

عفت و عصمت کے تحفظ اور نسلِ انسانی کی فطری بقاء میں تعددِ ازواج کا کردار:

اسلام نے تعدّدِ ازواج (ایک سے زائد شادیوں) کی اجازت دی، مغرب کی تہذیبِ جدید اور غیر مسلم دنیا نے اس حوالے سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ گرامی کو ہدفِ تنقید بنا کر بڑے زور و شور کے ساتھ اسے جہالت اور ہوس پرستی کا ذریعہ قرار دیا۔ تاہم آج کی تاریخ اور دینِ فطرت کی ابدی صداقت نے اس حقیقت کو سچا کر دکھایا کہ اسلام کا یہ اصول فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ دنیا بھر کے مرد و زن کے واضح اور ناقابلِ تردید اعداد و شمار خواتین کی اکثریت کا اظہار کر کے اسلام کے قانون تعدّدِ ازواج کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ ان حالات میں تعددِ ازواج کو رواج دینے سے جہاں بہت سی خواتین کی کفالت اور معاشی ضروریات کا بندوبست ہو جاتا ہے وہاں ان کی عفت و عصمت کو تحفظ حاصل ہو جاتا ہے، اور انسانی نسل کی فطری بقاء کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تعدّد ازواج کے فطری قانون کو ختم کرنا اور اس پر پابندی لگانا درحقیقت جنسی بے راہ روی، ہم جنس پرستی اور غیر قانونی شادیوں کا دروازہ کھولنا ہے۔

اقوام متحدہ کے ڈیمو گرافک سالنامہ ۱۹۵۹ء کے مطابق اب سے کئی عشروں پہلے جدید مغربی دنیا میں جو صورت حال تھی وہ یہ کہ بچے اندر سے کم اور باہر سے زیادہ پیدا ہو رہے تھے۔ ڈیمو گرافک سالنامہ کے مطابق ان ممالک میں ناجائز بچوں کا تناسب ساٹھ فیصدی تھا۔ اور بعض ممالک مثلاً پناما میں تو چار میں سے تین بچے پادریوں کی مداخلت یا سول میرج رجسٹری کے بغیر ہی پیدا ہو رہے تھے۔ یعنی ۷۵ فیصد ناجائز بچے، لاطینی امریکہ میں اس قسم کے بچوں کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ اس دور میں ہی اقوام متحدہ کا سالنامہ مرتب کرنے والے ایڈیٹروں نے اس کا جواب

یہ دیا کہ مسلم ممالک میں تعدّدِ ازواج (Poly Gamy) کا رواج ہے، اس لیے وہاں ناجائز بچوں کی پیدائش کا بازار گرم نہیں ہے۔ تعدّدِ ازواج کے اصول نے مسلم ملکوں کو وقت کے اس طوفان سے بچالیا ہے۔[۵۱]

مذکورہ تفصیل سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ جن ممالک میں تعددِ ازواج پر پابندی عائد ہے وہاں خواتین کی عفت و عصمت کا محفوظ رہنا بہت مشکل ہوتا ہے، جبکہ جن ممالک میں تعددِ ازواج کی اجازت ہے وہاں خواتین کی عصمت دری کے واقعات کم سے کم رونما ہوتے ہیں، لہٰذا معروضی حقائق کو سامنے رکھ کر اس مسئلے کی اصل حقیقت کو جاننے کی کوشش کی جانی چاہئے، اور تعصب و عناد کو بنیاد بنا کر تعددِ ازواج کو خلافِ فطرت کہنے کے بجائے اس کی ضرورت واہمیت اور معاشی و معاشرتی فوائد کا ادراک کیا جائے، تاکہ محض تنقید برائے تنقید کے بجائے زمینی حقائق کے مطابق صحیح اور درست نتیجے تک پہنچا جاسکے اور اسلامی قوانین کی معنویت اور حقانیت کو سمجھنے میں غلطی سے بچا جاسکے۔

خلاصہ بحث:

تعددِ ازواج دینِ اسلام اور رسول اکرم ﷺ کا پیدا کردہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ انسانی معاشرے کی عمومی ضروریات میں سے ہے جس کا وجود ہمیشہ سے دنیا کے مختلف ادیان و مذاہب اور اقوام و قبائل میں رہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بہت سے دینی مصالح کے پیشِ نظر ایک سے زائد شادیاں فرمائی ہیں جن کی بنیاد نفسی خواہش پر نہیں تھی جس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے پچاس سال کی عمر کے بعد زیادہ تر شادیاں فرمائی ہیں جن کا بنیادی مقصد دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت، احکامِ اسلام اور گھریلو دینی مسائل کی حفاظت و اشاعت تھا۔ دینِ اسلام نے تعددِ ازواج کو غیر محدود نہیں رکھا جیسا کہ بعض ادیان و اقوام میں اس کا تصور تھا بلکہ اس کی زیادہ سے زیادہ حد چار مقرر فرمائی اور اس میں بھی عدل و انصاف اور نان نفقے و دیگر ضروریات کی ادائیگی کی قدرت کو لازمی قرار دیا۔ اس طرح اسلام نے ایک طرف معاشرے کی ضرورت کا لحاظ رکھا اور دوسری طرف تعدد ازواج کے سلسلے میں جو ظالمانہ طریقے رائج تھے ان کا سدِ باب فرمایا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ گستاولی بان، ڈاکٹر تمدن عرب، مترجم سید علی بلگرامی، مطبع مفید عام آگرہ۱۸۹۶ء، ص۳۷۰،۳۷۱
Gustaoli Ban, Dr, Tamaddun e Arab, Translated by Sayed Ali Balgrami, Mufeed e Aam publishers, Agra, 1896, p:370,371

۲۔ احمد عبدالعزیز الحصین، المرأة المسلمة أمام التحديات، ریاض، مطبوعہ دارالبخاری، ص ۱۸۶۔ و ایضاً مصطفیٰ السباعی، المرأة بين الفقه والقانون، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۹۸۴ء، ص۷۱
Ahmad Abdul aziz al-husain, Al-Marat ul Muslima amam at tahaddiat, Riadh, Dar ul Bukhari, p:186, Mustafa Sibai, Al-Maratu bain al fiqhe wal qanoon, Beirut, Al-Maktab ul Islami, 1984, p71

۳۔ مصطفیٰ السباعی، المرأة بين الفقه والقانون، ص۷۱
Mustafa Sibai, Al-Maratu bain al fiqhe wal qanoon, Beirut, Al-Maktab ul Islami, 1984, p71

۴۔ آر۔ وی۔ سی باڈلے، محمد رسول اللہ ﷺ، تلخیص وترجمہ: محمد علی چراغ، لاہور، نذیر سنز، ۱۹۸۸ء، ص۱۶۸
A-R-V-C-Badley, Muhammad ur Rasoolullah, Translated by: Muhammad Ali Charagh, Lahore, Nazeer sons, 1988, p: 168

۵۔ جواد علی، ڈاکٹر، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، قاہرہ، ۱/۶۳۳، ۶۳۴
Jawad Ali, Dr, Al-Mufassal fi Tarikh el Arab qabl al Islam, Qaira, 1:633,634

۶۔ مالك بن أنس أبو عبدالله الأصبحي، موطأ الإمام مالك، تحقيق : محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي، مصر، باب جامع الطلاق، حديث: ١٢١٨، ٢/٥٨٦
Malik bin Anas, Abu Abdullah Al-Asbahi, Muatta Imam Malik, Dar e Ihya e turath alarabi, Egypt, Bab Jami e al-Talaq, 2:586

۷۔ الطحاوي، أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة، (المتوفى: ٣٢١هـ)، شرح معاني الآثار، عالم الكتب، بيروت، ط: ١، ١٤١٤هـ، ٣/٢٥٥
Al-Tahavi, Abu Jafar, Ahmad bin Muhammad bin Sallama, Sharh Maan el Aasar, Alam ul Kutub, Beirut, 3: 255

۸۔ احمد عبدالعزیز الحصین، المرأة المسلمة أمام التحديات، ص۱۹۱، ۱۹۲
Ahmad Abdul aziz al-husain, Al-Marat ul Muslima amam at tahaddiat, p:191,192

۹۔ Encyclopaedia Britannica,1983 Vol. 7, P-155

۱۰۔ حوالہ سابقہ
As above.

۱۱۔ زکریا ہاشم زکریا، المستشرقون والاسلام، قاہرہ، المجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیہ، ۱۹۵۶ء، ص۳۲۹
Zakariya, Hashim, Al-Mustashriqon wal Islam, Qahira, Al-majlis ul aala lishoon el Islamiya, 1956, p:329

۱۲ Civilization London, 1936, P-173Wester Marck, The Future Marriage in Western,

۱۳۔ کتاب پیدائش، ۱۶/۴

Book of Genesis, 4:16

۱۴۔ کتاب پیدائش، ۱۸/۱۵

Book of Genesis, 15: 18

۱۵۔ کتاب پیدائش، ۲۵/۱

Book of Genesis, 1: 25

۱۶۔ کتاب پیدائش، ۲۹/۲۳

Book of Genesis, 29: 23

۱۷۔ کتاب پیدائش، ۲۹/۳۴

Book of Genesis, 29: 34

۱۸۔ ایضاً کتاب پیدائش، ۲۹/۲۸

Book of Genesis, 29: 28

۱۹۔ کتاب پیدائش، ۲۹/۲۹

Book of Genesis, 29: 29

۲۰۔ کتاب خروج، ۲/۳۱

Kitab e Khurooj, 2: 31

۲۱۔ قاضیون، ۱/۱۶

Qadiyoun, 1: 16

۲۲۔ قاضیون، ۴/۱۶

Qadiyoun, 4: 16

۲۳۔ ۲۔ سموئیل، ۲۶/۲۳

Samuel, 26: 23

۲۴۔ ۲۔ سموئیل: ۱۸/۲۷

Samuel, 18: 27

۲۵۔ ۲۔ سموئیل: ۳، باب۔

Samuel, Chapter: 3

۲۶۔ ۲۔ سموئیل ۳، ۱۱/۲۶

Samuel, 11: 26

۲۷۔ ۲۔ سموئیل

Samuel, 2

۲۸۔ ۲۔ سموئیل ۲۰/۳۰

Samuel, 20:30

۲۹۔ ۲۔ سموئیل: ۵/۱۳

Samuel, 5: 13

۳۰۔ سلاطین: ۱۱/۳

Salatin, 11:3

۳۱۔ تواریخ: ۱۱/۲۱۔ نیز دیکھیے: مصطفٰی السّباعی، المرأة بين الفقه والقانون، ص ۷۱۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ۱۱/۲

Tawarikh, 11: 21, Mustafa al-Sibaie, Al-Maratu bain al fiqhe wal qanoon, p: 71. Safiur Rahman, Mubarak puri, Al-Rahiq ul Maktoom, 2: 11

۳۲ Abram Leon Sachar, A History of The Jews, New York, 1972, P.94

۳۳ Horper`s Bible Dictionary by Madeleine Smiller Etc P.421

۳۴۔ غلام رسول، چوہدری، اسلام اور مذاہب عالم، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۰ء، ص ۳۹۲

Ghulam Rasool Chauhdry, Islam aur Madahinb e alam, Lahore, Ilmi Kutub Khana, 1980, p: 392

۳۵۔ کتاب استثناء ۱۰تا۱۳/۲

The Book of Deuteronomy, 2: 10-13

۳۶۔ Wester Marck, The Future of Marriage in Western Civilization P-173

۳۷۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النّبی، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۸ھ، ۴۴۱/۷

Al-Adhari, Pir Muhammad karam shah, Zia un Nabi, Lahore, Zia ul Quran publicattions, 1418AH, 7: 441

۳۸۔ الازہری، ضیاء النّبی، ۴۴۲/۷

Al-Adhari, Zia un-Nabi, 7: 442

۳۹۔ النساء: ۳

Al-Nisa, 3

۴۰۔ احمد عبدالعزیز الحصین، المرأة المسلمة أمام التحديات، ص۱۹۱

Ahmad Abdul aziz al-husain, Al-Marat ul Muslima amam at tahaddiat, Riadh, Dar ul Bukhari, p:191

۴۱۔ جواد علی، ڈاکٹر، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، قاہرہ، ۶۳۳/۱، ۶۳۴

Jawad Ali, Dr, Al-Mufassal fi Tarikh el Arab qabl al Islam, Qaira, 1:633,634

42. John Davenport/ An Apology for Muhammad and the Kuran, Lahore. 1975

۴۳۔ الازہری، ضیاء النّبی، ۱۰۴/۷

Al-Adhari, Zia un-Nabi, 7: 104

44 . Altekar, Dr. A.S, The position of women in hindu civilization, P.104

۴۵۔ بحوالہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین ﷺ، ۱۳۸/۲-۱۳۹

Qazi Muhammad Suleman Mansoorpori, Rahmat ul lil alamin, 2: 138,139

46. The Position of Women in Hindu Civilization, P-105

۴۷۔ حوالہ سابقہ

۴۸۔ البیرونی، کتاب الہند، حیدرآباد دکن، ۱۹۵۸ء، ص ۴۷۰۔

جدید ہندو معاشرے میں تعدد ازواج کے اعداد و شمار مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی کتاب ''تعدد ازواج پر ایک نظر'' صفحہ ۲۲، ۲۳، (مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۹۴ء) پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

Al-Biruni, Kitab ul Hind, Haiderabad Dakkan, 1958, p:470

49. " Encyclopaedia Britannica, Vol, 16/137, 1984

۵۰۔ بحوالہ: روزنامہ جنگ کراچی، ۲۶ جون ۱۹۹۲ء

Daily Jang, Karachi, 25 June 1992.

۵۱۔ ہندوستان ٹائمز، ۱۲ ستمبر، ۱۹۶۰ء

India Times, 12 September, 1960.